اُردو رسم الخط اور خطاطی

ہارون راؤ

Haroon Rao

Ph.D Scholar, Dapartment of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

Dr. Muhammad Arshad Ovaisi

Head, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Calligraphy has religious and cultural roots in our society. Muslim calligraphists promoted and raised this beneficial art to the highest peak of glory. It fulfills the needs of aesthetic aspects of human life. The expected great reward in hereafter inspires the Muslim calligraphists to take keen interest in this marvellous and splendid art. In this research article an humble effort has been made to express deep emotional, historical and core relationship between urdu orthography and calligraphy.

عصرِ حاضر میں، حصولِ علم زندگی کی اہم اور ناگزیر ضرورت بن گیا ہے۔ ٹیکنالوجی کی لامحدود وسعت اور ترقی نے ایک ایسے نئے سماجی، سیاسی، اخلاقی اور اقتصادی نظام کی داغ بیل ڈالی ہے جس میں ہر فرد کی ذاتی شمولیت لازم و ناگزیر ہو چکی ہے۔ دورِ حاضر میں تعلیم سے بے بہرہ شخص اور معاشرہ سماج کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں نہ صرف پیچھے رہ جاتا ہے بلکہ زندہ رہنے کا استحقاق بھی مجروح کر لیتا ہے۔ آج کے دور کو مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مثلاً: پس صنعتی دور، انفارمیشن ٹیکنالوجی کا دور، انفارمیشن پر مبنی اقتصادیات کا دور، پس ساختیات اور مابعد جدیدیت کا زمانہ وغیرہ معاشرتی تبدیلیوں اور دورِ جدید کی تشکیل کا سب سے اہم محرک، علم کا پھیلاؤ اور اس کے مفید اثرات ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر موجودہ دور کو انقلاب علم سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں میں انسانی وسائل کا زیادہ حصہ علم کے فروغ اور اشاعت پر صرف کیا جاتا ہے۔ خواندگی اور معاشرتی و اقتصادی ترقی ہم معنی ہو چکی ہیں۔ غربت کے مسائل کے خاتمے کے لیے کلید خواندگی ہے۔ خواندگی لکھنے اور پڑھنے کی اہلیتوں کے اکتساب کا دوسرا نام ہے۔ ان اہلیتوں کے فروغ کے بغیر انسانی تہذیب کو نہ تو فروغ دیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی بقا کی ضمانت دی جا سکتی ہے۔

تحریر، تکلم کے لحاظ سے وجود کو مستقل طور پر گرفت میں لانے کی ایک عملی اور مؤثر کوشش کا نام ہے۔تحریر کے حوالے سے نذیر احمد ملک رقم طراز ہیں:

''زبان ایک مخفی ذہنی حقیقت کا نام ہے۔اس پوشیدہ مگر مجرد حقیقت تک رسائی حاصل کرنا یا اس کی ماہیت سے متعلق گفتگو کرنا سامع اور ماہر لسانیات دونوں کے لیے اس وقت تک ناممکن ہے جب تک یہ اظہار کی کوئی نہ کوئی طبعی صورت اختیار نہیں کر لیتی ہے۔بہروں کے اشاراتی اور نابیناؤں کے بریل طریقوں سے قطع نظر اظہار لسان کے دو اہم طریقے تکلم اور تحریر ہیں۔''(۱)

مختلف اصوات کے لیے تحریری علامتی نظام کو رسم الخط کے نام سے پکارا جاتا ہے۔رسم الخط اور زبان لازم و ملزوم ہیں۔ دنیا میں موجود تمام چھوٹی بڑی زبانیں رسم الخط کو جزوِ لاینفک تسلیم کر چکی ہیں۔کسی بھی زبان کا رسم الخط اس کی وہ علامتیں ہیں جو اظہار خیال کے لیے مقررہ طریقوں سے استعمال کی جاتی ہیں۔یہ علامتیں حروف کے روپ میں جلوہ گر ہو کر تحریر کو ایک صورت عطا کرتی ہیں۔اس طرح زبان سے ادا ہونے والی آوازیں حروف اور الفاظ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ہم ان حروف اور الفاظ کو دیکھ کر ان کی مقررہ آوازوں اور ان کے صوتی اثرات کی ادائیگی پر قدرت حاصل کرتے ہیں۔گویا رسم الخط تحریری علامتوں کا ایک باقاعدہ نظام اور سلسلہ ہوتا ہے۔اس نظام یا سلسلے میں ہر علامت (حرف)، زبان کی اکائی کی نمایندگی کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ جب ان علامات کو زبان سے ادا کیا جاتا ہے تو وہ اظہار و بیان کا وسیلہ بن جاتی ہیں۔

تہذیبِ انسانی کے آغاز میں ترسیلِ ابلاغ کی خاطر مختلف اشاروں اور نقوش کا سہارا لیا جاتا تھا۔مرورِ ایّام کے ساتھ ان اشاروں اور نقوش نے باقاعدہ شکل اختیار کر لی۔ان نقوش نے اپنا ارتقائی سفر حروف کے توسط سے لفظوں کی تشکیل تک جاری رکھا۔

بلاشبہ تصویر نگاری تحریر پر کسی حد تک فوقیت رکھتی ہے۔اس سے اشیا براہِ راست تعلق رکھتی ہیں اور وہ اشیا کے حیاتیاتی معنی کی ترسیل کو ممکن بناتی ہے لیکن یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ ہر انسان تصویر کشی یا نقش بنانے کی اہلیت اور قدرت نہیں رکھتا۔مزید برآں غیر مرئی تصورات و تخیلات کی تصویر کشی یا نقش نگاری ناممکنات میں سے ہے۔کوئی بھی رسم الخط محض نقش نگاری نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات لفظوں کی صورت کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔اس حوالے سے محمد ایاز راہی رقم طراز ہیں:

''غاروں میں بود و باش رکھنے والے (Gave Men) افراد نے شکار کے لیے نوکیلے پتھروں سے غاروں کی دیواروں پر نقاشی کرتے۔اپنی مہم، فتح کی نقاشی دیواروں پر کر کے ان یادگار لمحوں کو منعکس کرنے کی کوشش کرتے۔ابتدا میں یہی تصاویر الفاظ کا کام دیتیں۔ایسی تصاویر جن کو آثاریات کے طور پر دریافت کیا گیا ہے۔وہ ۸۵۰۰ سال قبل مسیح کی ہیں۔ تصاویر کے ذریعہ معنی و مفہوم کی ترسیل دشوار گزار ثابت ہوتی۔انھیں روانی دینے کے لیے آسان اور اشاراتی تصاویر کا استعمال شروع ہو گیا۔یہ متبادل تصاویر جنھیں Alphabatic Pictographs کا نام دیا گیا۔یہ ۱۷۰۰ اور ۱۵۰۰ قبل مسیح شروع ہوئیں۔عبرانی ابجد ۶۰۰ قبل مسیح میں متعارف ہوئی۔جبکہ یونانی رسم الخط ۴۰۰ قبل مسیح میں متعارف ہوا۔''(۲)

رسم الخط آوازوں کو محفوظ اور دیرپا بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔زیادہ فوقیت اور برتری آواز کی ہوتی ہے۔بایں وجہ نگاہ کو

حرف پر نہیں رکنا چاہیے بلکہ اس کے اندر جو آواز پنہاں ہے، اس تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آواز حرف پر اور زبان رسم الخط پر تقدم رکھتی ہے۔

رسم الخط کا قدیم اسلوب تصویری تھا۔ مثلاً اگر کسی پرندے، چرندے، درندے، پہاڑ، دریا، سمندر، گھر، درخت، مرد، عورت، بچے یا بوڑھے کے بارے اس بات کا اظہار کرنا ہوتا تو اس کی تصویر بنا کر بات دوسرے افراد تک پہنچائی جاتی۔ رفتہ رفتہ ان تصاویر کی جگہ مختصر علامات استعمال ہونے لگیں۔ دنیا کی تمام زبانوں کے حروف خطِ تصویری کے رہینِ منت ہیں۔ یونانی اور عبرانی حروف کے بارے میں تاریخ کے نتائج کی روشنی میں یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ ان زبانوں کے تمام حروف بامعنی ہیں اور ان کی اصل صورت کی صوری طور پر معنی سے مماثلت ہے۔ اسی طرح خطِ میخی، خطِ قیقی، خطِ نبطی، خطِ حمیری، خطِ کوفی وغیرہ نے جنم لیا اور ارتقا کے کئی مراحل طے کیے۔ ان خطوں میں نقوش کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ انھیں یاد کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ ان مشکلات کے باوجود تصویری رسم الخط ایک طویل عرصے تک رائج رہے۔ یمن اور جنوبی عرب میں علامتوں کے بجائے مختلف خیالات، الفاظ اور آوازوں کے لیے فرضی علامتیں بنائی گئیں۔ اس طرح رسم الخط کی ابتدا ہوئی۔ الفاظ کا تحریری نظام، تجسیمی نظام اور اصول وقواعد بتدریج وضع ہوئے۔ ان میں تغیر وتبدل مستقل جاری رہتا ہے۔

رسم الخط کی ایجاد انسان کی اختراعی فکر کا کرشمہ ہے۔ فنِ تحریر کے آغاز کا تعین ایک مشکل امر ہے مگر یہودی روایات کے مطابق فنِ تحریر کے موجد حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ آرامی خط دنیا کا پہلا باقاعدہ تحریری خط تسلیم کیا جاتا ہے۔ دنیا کے بیشتر خطوط آرامی خط سے ماخوذ ہیں۔ اہلِ یونان نے بھی اس خط کو اپنایا۔ ایرانی بادشاہوں نے اس خط کو ہندوستان تک پہنچایا۔ ہندوستان کا خط دیوناگری، آرامی خط سے ماخوذ ہے۔ قومِ سبا نے اس خط کو عرب میں متعارف کرایا۔

اردو رسم الخط، عربی رسم الخط سے ماخوذ ہے۔ قبل از اسلام عرب میں بہت سے خط رائج تھے۔ آغازِ اسلام نے خطِ کوفی کو بامِ عروج تک پہنچایا۔ قرآن اور خط وکتابت کے لیے اسی خط کو منتخب کیا گیا۔ ڈاکٹر اشرف کمال، سجاد مرزا کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''خطِ کوفی کی سادگی لوگوں کو بہت پسند آئی۔ اس لیے سرکاری دفتروں میں، تجارتی کاروبار میں اور مدارس ومکاتب میں وہ مقبول ہو گیا۔ تقریباً تین سو سال تک یہ خط رائج رہا۔ اس اثنا میں خطِ کوفی نے کئی پلٹے کھائے۔''(۳)

طلوعِ اسلام کے بعد تین صدیوں تک خطِ کوفی رائج رہا۔ اس کے بعد خطِ نسخ کو عروج حاصل ہوا۔ خلیفہ مقتدر باللہ کے وزیر ابن مقلہ (۲۹۵ھ۔۳۲۰ھ) نے جدت سے کام لیتے ہوئے چھ(۶) رسم الخط ایجاد کیے: (۱) خط ثلث (۲) خطِ محقق (۳) خطِ ریحان (۴) خطِ توقیع (۵) خطِ رقاع (۶) خطِ نسخ۔

خطِ نسخ کا دوسرا نام عربی خط بھی ہے۔ یہ خط بھی، خطِ کوفی کی طرح، خطِ نبطی سے ماخوذ ہے۔ خطِ نسخ ابنِ مقلہ سے پہلے ایجاد تو ہو چکا تھا مگر اس کی اصلاح کا بیڑہ ابنِ مقلہ نے اٹھایا۔ ایک زمانے میں یہ قرآن لکھنے کے لیے مخصوص ہو گیا مگر اپنی سادگی، جاذبیت اور دل کشی کی وجہ سے عام لکھائی کے لیے بھی مستعمل ہو گیا۔ اس نے باقی تمام خطوط کی تنسیخ کر دی۔ ابنِ مقلہ کے بعد ابنِ بواب اور یاقوت مستعصمی نے خطِ نسخ کو معراجِ کمال تک پہنچایا۔ اس خط نے اپنی سادگی اور پڑھنے میں سہولت کی وجہ سے علم و دانش کے پھیلاؤ اور عروج میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

خطِ نسخ میں حروف کا پھیلاؤ افقی ہوتا ہے، جس سے لکھنے میں روانی پیدا ہوتی ہے۔ خطِ نسخ عربی کے علاوہ فارسی،

سندھی، پشتو اور اُردو کے لیے بکثرت مستعمل ہے۔اس خط کی تعریف میں نذیر احمد ملک رقم طراز ہیں:

''خطِ نسخ میں نگاہ جس قدر ہر جوڑ سے گزرتی ہے اسی قدر دماغ بھی اس کو فوراً جذب کرتا ہے۔ برخلاف اس کے، خطِ کوفی کے جوڑ میں نگاہ کو ضرورت سے زیادہ چکر لگانا پڑتا تھا۔ خطِ نسخ کی مقبولیت کے سامنے خطِ کوفی بالکل نہ ٹھہر سکا اور آہستہ آہستہ اس کا استعمال محدود ہو گیا اور روبہ زوال ہوا۔ بقول حکیم محمود علی خان: اسلامی دنیا میں خطِ نسخ اس قدر مقبول ہوا کہ کوفہ کی طرح خطِ کوفی بھی فنا ہو گیا۔''(۴)

ابنِ مقلہ نے حروف کے ناپ کی بنیادی اکائی کو دانگ کا نام دیا۔اس نے الف، دائرہ اور دانگ کو ان تمام خطوط میں لازمی قرار دیا۔اس نے حروف کی بناوٹ کے فن کو سائنسی بنیادوں پر استوار کیا۔اس نے بہت سے اصولوں کو خطِ نسخ پر لاگو کیا۔خطِ نسخ میں اعراب اور نقاط کا استعمال بھی اسی دور میں شروع ہوا۔ابن مقلہ کے ایجاد کردہ اصولوں کو سمسانی اور محمد بن اسد نے بامِ عروج تک پہنچایا اور بعد میں ابنِ بوّاب متوفی (۱۰۲۲ء) خطِ نسخ کے سب سے اہم خطاط تسلیم کر لیے گئے۔انھوں نے ابنِ مقلہ کے قائم کردہ قواعد وضوابط کی روشنی میں خطِ نسخ کی تہذیب وآرائش میں نمایاں کردار ادا کیا۔انھوں نے خطِ نسخ کو جیومیٹری کے بنیادی اصولوں کی روشنی ایک نیا اسلوب دیا۔اس کو المنسوب الفائق کا نام دیا گیا۔ابن بوّاب نے چونسٹھ قرآنِ پاک لکھے۔ان کے بعد ایک اہم خطاط یاقوت مستعصمی گزرے ہیں، انھوں نے اپنی تمام تر فن کارانہ صلاحیتوں کا اظہار خطِ نسخ اور خطِ محقق میں کیا۔یاقوت مستعصمی کو خطِ نسخ کا آخری امام کہا جاتا ہے۔انھوں نے خطِ نسخ کی ایک خاص طرز بھی ایجاد کی جسے خطِ یاقوت کا نام دیا گیا۔یاقوت کے قلمی قرآن پاک کے متعدد نسخے مختلف مقامات پر محفوظ ہیں۔یاقوت مستعصمی خلافتِ عباسیہ کے آخری مشہور خطّاط تھے۔

اسلامی تاریخ میں خلافتِ عباسیہ کے دور میں مسلمانوں کی ثقافت اور تمدن کو بہت عروج حاصل ہوا۔یہ دور فنِ خطاطی کے نکتۂ نگاہ سے بہت شہرت رکھتا ہے۔اس زمانے میں چھپائی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔اسی لیے لوگوں کی توجہ اور دل چسپی کا مرکز فنِ خطاطی تھا۔

فنِ خطاطی بنیادی طور پر قرآنِ حکیم سے جڑا فن ہے۔چونکہ اسلام میں فنِ مصوری کو خاص حوصلہ افزائی اور پذیرائی نہیں ملتی، اس لیے مسلمان فنِ خطاطی کے تخلیق کاروں نے اپنی تمام تر توانائیاں اس فن کے لیے وقف کر دیں۔اسلام میں قرآن سے محبت جزوِ ایمان ہے۔فنِ خطاطی اپنے اندر دین، فن، محبت اور لگن کو یکساں سموئے ہوئے ہے۔

شمالی افریقہ کا شہر قیروان بھی فنِ خطاطی کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔ایران میں اسلامی اثرات سے پہلے پہلوی رسم الخط کی دو قسمیں تھیں: پہلوک اور پارسک۔یہ خطوط اسلامی اثرات کے بعد مکمل طور پر نیست و نابود ہو گئے۔قرآن کریم اور تمام عبادات کی زبان عربی تھی۔اسی لیے عربی زبان اور اس کا خط تیزی سے پھیلے۔ڈاکٹر سلیم اختر اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

''اگرچہ عرب اپنے ساتھ اپنا خطِ کوفی لائے تھے لیکن عربی جلال اور عجمی جمال نے مل کر خطاطی کی صورت میں جمالیاتی اظہار کے متنوع امکانات دریافت کیے۔ یوں خطاطی مسلمانوں سے مخصوص ہو کر رہ گئی۔اسلامی تہذیب کی تاریخ میں بھی خطاطی نے جمالیاتی سطح پر اظہار کے جو بوقلموں اسالیب ایجاد کیے ان کی بنا پر خطاطی اور بعض مشہور اسالیب پر

با قاعدہ کتابیں لکھی گئیں۔''(۵)

عربی رسم الخط، فارسی کی آمیزش کے بعد جب ہندوستان پہنچا تو اپنے ساتھ آرٹ، علم وادب اور مصورانہ فنِ خطاطی کے نابغۂ روزگار بھی لایا۔ ہندوستان کی سرزمین فنِ خطاطی کے لیے انتہائی زرخیز ثابت ہوئی۔ یہاں کے حکمران نہ صرف علم و ادب کے قدردان ثابت ہوئے بلکہ ان میں سے اکثر خود بھی بڑے پائے کے عالم وفاضل تھے۔ ان وجوہات کی بنا پر یہاں فنِ خطاطی نے سرعت کے ساتھ ترقی کی۔ خطاطوں کی محنتِ شاقہ کی بدولت ہندوستان میں خوش نویسی کی ایک طویل تاریخ رقم ہوئی۔ ہندوستانی معاشرے میں فنِ خطاطی کو تہذیب وشرافت اور علم وکمال کا نہ صرف معیار سمجھا گیا بلکہ اس کے پھیلاؤ اور وسعت کے لیے سعیِ مسلسل سے کام لیا گیا۔ شہزادوں کو نہ صرف متونِ حرب کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی بلکہ علم وادب اور خطاطی کی تعلیم کو ضروری قرار دیا گیا تھا۔ ہندوستان میں اس تعلیمی اور ادبی سرپرستی کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اس حوالے سے ہندوستان کی شہرت عالمی سطح تک عروج حاصل کر گئی۔

ہندوستان میں خطاطی کے کئی بڑے مراکز قائم ہوئے جن میں لاہور، دہلی، لکھنؤ اور آگرہ خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ مغل حکمران اس فن سے والہانہ عقیدت اور محبت رکھتے تھے مثلاً بابر (۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۰ء) خود بہت اچھے خوش نویس تھے۔ وہ خطِ بابری کے موجد ہیں۔ اکبر کے نورتنوں میں راجا ٹوڈرمل، عبدالرحیم خاں خاناں اور میر فتح علی شیرازی، فنِ خطاطی کے نامور استاد ٹھہرائے گئے۔ اسی دور میں میر اصغر ہفت قلم اور محمد حسین کشمیری زریں رقم نے فنِ خطاطی میں بڑا نام کمایا۔ شہنشاہ جہانگیر کے دو فرزند شہزادہ خسرو اور شہزادہ سلطان پرویز خود کو ماہر خطاط ثابت کرنے میں کامیاب رہے۔ شاہجہاں خود بھی ایک اچھے خوش نویس تھے اور اس فن میں کامل اور یکتا شخصیات کی قدر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے۔ انھوں نے ایران کے مشہور خطاط آقا رشید دیلمی کی نہ صرف قدر ومنزلت کی بلکہ ان کو شہزادہ داراشکوہ کا استاد بھی مقرر کیا۔ تاج محل میں خطاطی کے نمونے مشہور خوش نویس عبدالحق شیرازی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں۔ ان کے فن اور عظمت کے حوالے سے نذیر احمد ملک رقم طراز ہیں:

> ''تاج محل (آگرہ) میں جس قدر طغرے اور خطاطی کے کمالات ہیں وہ ان ہی کے رہینِ منت ہیں۔ ان کے کمالات کی وجہ سے بادشاہ نے ان کو امانت خان کا خطاب دیا تھا۔ محمد عارف یاقوت رقم خان بھی شاہ جہانی دور کے ایک اعلیٰ پائے کے خوش نویس تھے۔ ان کی فن کاری کو تقریباً تمام خطاطوں نے سراہا ہے۔ جب کوئی خوش نویس اچھا لکھتا تو فخریہ انداز میں کہتا تھا۔ ''چومتا ہاتھ جو یاقوت رقم خان ہوتا۔''(۶)

اورنگ زیب عالمگیر نے نسخ اور تعلیق میں قرآنِ پاک کے متعدد نسخے تحریر فرمائے۔ میر محمد باقر، میر محمد کاظم، مولانا غلام محمد دہلوی ہفت قلم، منشی سورج برہمن، قاضی نعمت اللہ لاہوری اور شنکر ناتھ دہلوی نے مغل دورِ حکومت میں شہرت کی بلندیوں کو چھو لیا۔ ہندوستان میں خطاطی کو مصوری کے قریب لایا گیا۔ اسلام میں چونکہ تصویر کشی کو پذیرائی حاصل نہیں ہوتی اسی لیے مسلمانوں نے خطاطی اور مصوری کا دل نشین امتزاج قائم کر کے مصورانہ ذوق کی تسکین کا سامان پیدا کر لیا۔ ایسے خطوط جن میں مصوری اور خطاطی کا امتزاج ہو وہ تزئینی خطوط یا خطوطِ مصنوعہ کہلاتے ہیں۔ ان میں خطِ گلزار، خطِ طغرا، خطِ ماہی، خطِ غبار، خطِ ہلال اور خطِ منشور زیادہ اہم ہیں۔

عصرِ رواں میں ترکی کے بہت سے باکمال خطاط منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ایک ترکی خطاط داؤد بکتاش کی شہرت بین

الاقوامی حیثیت کی حامل ہے۔اسلامی تہذیب وتمدن میں خطاطی وہ ایجاداورتخلیق ہے جواپنی نزاکت، لطافت اور پاکیزگی کی وجہ سے شہرتِ دوام رکھتی ہے۔اس فن کومسلمانوں نے اپنے خونِ جگر سے آبیاری کر کے،ایک لازوال،ابدآشنااور سرمدی بنادیا ہے۔

یہ حقیقت اظہرمن الشّمس ہے کہ تخلیقی صلاحیتوں کی مدد سے حروف کی لکیروں کومصوری کے درجے تک پہنچانا جان جوکھوں کا کام ہے۔مسلمان جہاں بھی گئے اپنے ساتھ اس فن کو بھی لے گئے اور پھر مقامی رنگ کی خصوصیات کواپنے رنگ میں سمو کرایک نئے رنگ کی تشکیل وعروج کا باعث بھی بنے۔ان رنگوں میں جزم، مدنی، مکی، کوفی، نسخ، اندلسی، فاسی، سوڈانی، قیروانی، تعلیق، نستعلیق خاص اہمیت کے حامل سمجھے جاتے ہیں۔ یہ رنگ بڑی بڑی عمارات، مساجداور میناروں میں فن کاروں کی سحرکاری کا واضح ثبوت ہیں۔ یہ اسلامی تہذیب کی آفاقیت اور مقامیت، سائنس اور جمالیات کے دل کش اور حسین امتزاج کے غمّاز ہیں۔ جب تخلیقی فن کاروں کوشوق، جذبہ، لگن اور ذوقِ جمالیات کی تسکین کے ساتھ ساتھ اخروی اجروثواب کا یقین کامل ہو،تو اسی طرح کے فن پارے تخلیق پاتے ہیں۔مسلمانوں کے تخلیق کردہ ان شہ پاروں پرعظمتِ انسانی نازکرسکتی ہے۔ جہاں بھی ذوق وشوق کو اخروی کامیابی کا زینہ تسلیم کرلیا جائے وہاں فنی کمال اور چابکدستی نقطۂ عروج کو بآسانی چھولیتی ہے۔فنِ خطاطی کے نمونے اسی خوبی اورصلاحیت کےعظیم مظہر ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ نذیراحمدملک،اردورسم الخط۔ارتقااورجائزہ،لاہور:الوقارپبلی کیشنز،۲۰۱۸ء،ص:۱۳

۲۔ محمدایازراہی،مضمون:قلم کہانی،مشمولہ:اخبارِاردو،اسلام آباد:ادارہ فروغِ قومی زبان،دسمبرجنوری ۲۰۱۸ء،ص:۳۸

۳۔ اشرف کمال،ڈاکٹر،لسانیات،زبان اوررسم الخط،فیصل آباد: مثال پبلشرز،۲۰۱۲ء،ص:۸۹

۴۔ نذیراحمدملک،اردورسم الخط۔ارتقااورجائزہ،ص:۱۷

۵۔ سلیم اختر،ڈاکٹر،اردوزبان کی مختصرترین تاریخ،لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۶ء،ص:۱۷۱

۶۔ نذیراحمدملک،اردورسم الخط۔ارتقااورجائزہ،ص:۸۹

☆......☆......☆